وجودِ حجت

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

پچھلے شمارے سے آگے۔۔۔۔۔۔۔

غیب پر اعتقاد کا معیار

اس میں شبہہ نہیں کہ اَن دیکھی باتوں کے سلسلہ میں توہم پرستیوں کی کارفرمائی اکثر ایسے خیالات کا پابند بنا دیتی ہے جو بالکل بے بنیاد ہیں اور کسی صحیح مستند پر مبنی نہیں ہیں۔ جاہلی عربوں کے خرافات اور قدیم ہندوستانیوں کے وہمی اعتقادات اور چینیوں کے بے بنیاد توہمات میں اس قسم کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

تاریکی میں آنکھ کھولنے والا عالم کو سیاہی کا موجزن دریا اور اپنے ہی اپنے کو اس کا شناور اور کال کوٹھری میں زندگی گذارنے والا دنیا کو کال کوٹھری کی چار دیواری کا نام خیال کرے۔

اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گولر کے کیڑوں کی دنیا وہی گولر کی اندرونی فضا ہے اور بس۔ باوجودیکہ قوت عاقلہ جو نوع بشر کے لئے طرۂ امتیاز ہے اور جس کا کام نظر میں وسعت پیدا کر کے غیر محسوس اشیاء پر حکم لگانا اور جزئیات سے کلی صور کا جو اپنی کلیت کے ساتھ غیر محسوس ہیں استخراج کرنا ہے وہ اس تنگ خیالی کی دشمن اور کوتاہ نظری کے لئے حریف مقابل ہے لیکن افراد بشر کے اوپر وہم کی کارپردازی اکثر عقل کی بلند نظری سے زیادہ غالب آجاتی ہے اور محسوسات کے ساتھ کامل انس ومحبت اس کو غیر محسوس حقائق کے باور کرنے سے روک دیتا ہے اور اس طرح حقائق غیب کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔

فلسفۂ مذاہب اور تاریخ ادیان کا مطالعہ اس کا اندازہ کراتا ہے کہ دنیا ہمیشہ طرح طرح سے غیب کی باتوں کا انکار کرتی رہی، اس کی طبیعت پر غیب کا اعتقاد اتنا گراں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی غیبی اعتقاد کے نقطہ پر بغیر ٹھٹکے ہوئے آگے نہیں بڑھتی۔

پہلی منزل پر رکنے کے بعد اگر قدم آگے بڑھ گیا تو ممکن ہے دوسری منزل قدم کو روک دے اور دوسری کے آگے تیسری منزل سنگ راہ ثابت ہو اور اگر عقل نے یاوری کر کے لفظی حیثیت سے غیب کا اقرار کرا دیا تو معنی کے اعتبار سے غیب کو شہود بنانے کی کوشش ضروری سمجھی گئی۔

سب سے پہلے اولین نقطۂ حقیقت یعنی غیب الغیوب حضرت احدیت کے وجود میں اختلاف پیدا ہوا، بہت سے لوگوں نے اس عالم کے لئے کسی خدا کے وجود ہی کو ضروری نہ سمجھا اور وہ چند فریق پر منقسم ہو گئے۔

ایک وہ کہ جو اس عالم کو ذرات مادہ جواہر فردہ کے تفعلات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ ذرات جن سے فضائے عالم مملو ہے ذاتی طور پر متحرک ہیں اور ان ہی کے ذاتی حرکات سے جو تصادم پیدا ہوتا ہے اس سے تمام

حادث ہونے والے اشیاء کی تخلیق ہوئی ہے۔

دوسرے وہ جنھوں نے طبیعت کے دامن میں پناہ لی اور بے حس ولاشعور طبیعت کو اپنے درد کا درماں سمجھ کر بخیال خود غیب کے اعتقاد سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تیسرے وہ جنھوں نے حوادث کو اتفاقی اسباب کے حصول کا نتیجہ قرار دے کر ان کے لئے کسی خاص علت العلل کے وجود سے انکار کیا۔

بہت سے لوگ ایسے تھے کہ انھیں اس عالم کے لئے ایک خالق کا اقرار تھا لیکن عبادت کے لئے وہ اس کے محسوس مظاہر کے جویا نظر آنے لگے۔ کبھی ستاروں کی تابندگی نے ان کے دلوں کو لبھایا اور وہ ستارہ پرستی کی طرف متوجہ ہوئے کبھی آفتاب کی عظمت نے ان کے وجدان کو مسخر کیا اور وہ آفتاب کے سامنے سرنگوں ہوئے۔ کبھی آگ کی شعلہ وری ان کی فریفتگی کا باعث ہوئی اور وہ اس کے لئے سربسجود نظر آئے۔ ان میں سب سے زیادہ پست فطرت وہ تھے جن کو عبادت کے لئے اپنے ہاتھ کے ترشے ہوئے بت اچھے معلوم ہوئے اور انھیں اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرلیا۔

وسعت فکر نے ترقی کی اور خدائے برحق کے وجود کا اقرار ہوا لیکن مشاہدہ پرستی کے جذبہ نے ساتھ نہ چھوڑا اور اس جذبہ نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ خدا کے لئے مخلوق کے سے صفات، مخلوق کا سا جسم، مخلوق کے سے اعضا وجوارح تجویز کئے اور اسے اچھا خاصہ آدمی بنا کر تخت سلطنت (عرش) پر متمکن بنا دیا۔

خدا کے لئے ظاہری جسموں میں حلول کو جائز سمجھ کر عالم مادی میں اس کی آمد ورفت کا دروازہ کھولا۔

خدا کو اپنی لاہوتیت سمیت ابن آدم (انسان) کے ساتھ متحد بنا کر اس کو سولی پر چڑھایا جس سے وہ فریاد کرتا ہوا دنیا سے سدھارا۔

خدا کو ایک غیر محدود سمندر کے مثل قرار دے کر کائنات عالم کو اس سے پیدا شدہ موجوں، برف کی چٹانوں، اٹھے ہوئے پھین کے مثل بتلا کر ''ہمہ اوست'' کے عقیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس طرح جو کچھ نظر آتا ہے اس سب کے خدا ہی خدا ہونے کا خیال قائم کیا۔ خدا کو باوجود جسمانیات سے منزہ ہونے کے ظاہری اقرار کے قابل رویت قرار دیا اور خوش عقیدہ اشخاص کے چودھویں رات کے چاند کی طرح اس کے مشاہدہ کی امیدیں باندھ دیں۔

یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ طبیعت غیب کے اعتقاد پر جمتی نہیں اگر عقل نے کافی طاقت کے ساتھ مغلوب کر کے نفی مطلق اور بالکلیہ انکار سے ہٹا کر اقرار پر مجبور کیا تو اس غیب کے عقیدہ میں محسوسات پر قیاس کی آمیزش اتنی ہوگئی کہ غیب اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہا اور ایک نئی چیز ہوگئی جو خالق نہیں بلکہ خود ان لوگوں کے وہم اور خیال کی مخلوق ہے۔

یہی غیب کے اعتقاد سے اجنبیت تھی جس نے قوم موسیٰ سے : ''یَا مُوْسیٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَ اللّٰہَ جَھْرَۃً۔'' ''اے موسیٰ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں۔'' کی آواز بلند کرائی اور نتیجہ میں صاعقۂ عذاب سے جل کر خاکستر ہونا پڑا۔

اسی انکار غیب کے تحت میں حشر ونشر اور معاد

واحیائے ثانیہ کے عقیدہ پر خط نسخ چلا اور اس کا صراحۃً یا اشارۃً انکار کیا گیا۔

کبھی انسان کی جزا وسزا کو تناسخ کی بنیاد پر مختلف قالبوں کے تغیر وتبدل میں مضمر قرار دیا گیا اور اس کے آگے کسی روز جزاء کی ضرورت نہ سمجھی اور کبھی ثواب وعقاب کو روح کے آلائش بدن سے مجرد ہونے کے بعد ادراکات کے کامل ہونے سے اطاعت پر ابتہاج اور معصیت سے تألم کا نام قرار دیا گیا اور اس کے آگے کسی جنت ودوزخ کا وجود ضروری نہ سمجھا گیا۔

اور کبھی قیامت اور اس کے آثار کو تمام تر دنیا ہی کے تغیرات اور پیدا شدہ عظیم انقلابات کا نام بتلایا گیا۔

عقیدۂ غیب کے انکار نے اتنی ترقی کی کہ خود اپنے وجود کا انکار ہوا یعنی جسم کے اندر کسی روح مجردہ اور نفس ناطقہ کو کوئی شے نہ سمجھا گیا اور انسانی زندگی کو صرف اخلاط واجزائے بدن کے فعل وانفعال اور پیدا شدہ مزاج کا نتیجہ قرار دے لیا گیا۔

اگرچہ مسمریزم اور تسخیر ارواح کے مظاہرات نے یورپ کے اندر تزلزل پیدا کر دیا ہے اور بہت سے افراد اب روح کے وجود پر ایمان لے آئے ہیں لیکن اب بھی یورپ کی اکثریت انسان کے لئے مادی قویٰ وجوارح کے علاوہ کسی روح کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔

اول کا آخر سے تطابق

امام غائب کے وجود کا انکار

جب انکار غیب کے اتنے نمونے سامنے آچکے تو کوئی تعجب باقی نہیں رہتا کہ امام غائب کے وجود میں عقول واوہام نے لغزش کی اور حضرت کی غیبت کا انکار کیا۔

بالکل اسی طرح جیسے مبدأ اول کا انکار مختلف صورتیں اختیار کرتا رہا اور اس نے رنگ رنگ کے لباس پہنے ویسے ہی امام غائب کے انکار کا عقیدہ جداگانہ شکلیں اختیار کرتا رہا۔

بعض لوگوں نے کسی مہدی موعود کے انتظار کو تسلیم ہی نہیں کیا اور بعض نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے شخصِ معین ہونے سے انکار کیا بلکہ وہ اسے نوعی حیثیت سے ایک مصلح کے معنی میں سمجھے اور بعض نے اس کو شخص معین تسلیم کرنے کے بعد اس کے پردۂ غیبت میں موجودگی پر خط انکار کھینچا اور اس کو کسی آئندہ موقع پر موجود ہونے والا بتلایا اور بعض نے ایک ظاہر شدہ شخص کو مہدی موعود قرار دے کر اسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

دو برس کا عرصہ ہوا کہ مصر کے رسالہ ''سیاست'' جلد ۲ شمارہ نمبر ۹۶ میں ایک مضمون ''زکی نجیب محمود'' کے نام سے ''مہدی منتظر، ان کی نشوونما اور اطوار'' کے عنوان سے عربی میں شائع ہوا تھا جس میں مختلف توہمات کی بنا پر حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کے وجود پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا جواب اسی زمانہ میں شام کے معزز مجلۂ علمیہ ''العرفان'' میں شائع کر دیا گیا تھا، اس مقام پر اس مضمون کے بعض اقتباسات کا نقل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مضمون نگار نے لکھا ہے: ''انسانی دور زندگی میں اکثر ایسی صورتیں پیش آجایا کرتی ہیں کہ جماعت بندی اور

افتراق واختلاف کا غلبہ ہوتا ہے، اس وقت اکثر سادہ لوح حلقوں میں اس خیال کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ عنقریب آسمان سے ایک شخص اترے گا جو عالم کے نظام قانون کو مستحکم بنا کر بنی نوع بشر میں عدل وامان کا دور دورہ کردے، یہ سیدھی سادھی عقلیں جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو الٰہی قوت کی طرف لو لگاتی ہیں اور یہ خیال کسی ایک طبقہ سے مخصوص نہیں بلکہ یہود، مسیحی، مسلمان فرقوں میں برابر سے پایا جاتا ہے؟ یہ خیال بہت طویل زمانہ سے مسلمانوں کی عقلوں کو بازیچۂ اطفال بنائے ہوئے ہے یہاں تک کہ آج بھی اکثر اشخاص کی عقل پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔''

یہ عبارت وہ ہے جس کو مضمون نگار نے اپنے آئندہ خیالات کی تمہید قرار دیا ہے، دورجدید میں دہریت ومادیت کے غلبہ نے جن توہمات کا ایجاد کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو عالم کون وفساد کے طبعی تغیرات نے جب مرعوب بنا دیا تو دل کے بہلانے کے لئے عالم طبیعت سے مافوق ایک خدا کا ماننا ضروری سمجھا گیا جس کی طرف شدائد اور سختیوں میں رجوع کرکے اس سے نجات کی خواہش کی جائے اور سوائے دل کی ڈھارس کے لئے ایک سہارا پیدا کرنے کے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اگر دیکھا جائے تو مضمون نگار کی مذکورۂ بالا عبارت بھی اسی خیال کی ترجمانی کررہی ہے اور درحقیقت یہ بھی انہی آوازوں کی صدائے بازگشت اور اسی تصویر کا نقش ثانی ہے۔

یہ ارباب دیانت جن کے عقائد کو مضمون نگار نے پیش کیا ہے خدائی قانون کے پابند اور ایک شریعت کے پیرو ہیں انھوں نے اپنے روحانی رہنمایان ملت کے واسطہ سے ربانی بشارات وارشادات کی بنا پر اس اعتقاد کو قائم کیا ہے۔

کیا ان کے خیال کا مضحکہ اڑانا اصل مرکز حقائق مبدأ فیوض خدائے واحد کے وجود میں شک کا نتیجہ ہے یا انبیاء کی صداقت یا ان کی بشارات کے ان کی زبان سے صادر ہونے کے انکار کا ثمرہ ہے۔

اگر مبدأ اول کے وجود میں حرح وقدح منظور ہے تو صاف طور سے اس کی تصریح ہوجانا چاہئے تاکہ ادلّہ کی صف بندی مناسب طریقہ سے انجام پذیر ہو اور کلام اپنے واقعی اصول ومبانی پر پیش کیا جائے اور یہی صورت صداقت انبیاء کے انکار کی بھی ہے۔

رہ گیا ان مستند انبیاء کی زبان سے ان بشارات واخبار کا صادر ہونا اس کے اثبات کے لئے ہر مذہب اپنے معتبر ترین اسانید سے بہت کچھ پیش کرسکتا ہے۔ اور ایک مسلمان کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے نبی آخر الزماں کی زبان سے مستند طرق کے ساتھ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی خبر کو ثابت کردکھائیں اس لئے کہ اسلام کے دونوں فریق شیعہ وسنی کی کتابیں ان احادیث سے مملو ہیں۔

(جاری)